

کی عنایت و جانکامی کی داد دینگے۔ اللہ تعالیٰ انہیں خدمتِ علم و دین کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے
قیمت درج نہیں۔ مہنڈستان میں یہ رسالہ غالباً سیولہ مارچ ضلع بجنور، محلہ قاضیان مصنف کے پتے پر
مل سکیگا۔

”مسئلہ قومیت“ از مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، اڈیٹر ترجمان القرآن لقیطیج ۲۶×۲۰ کاغذ، کتابت، طباعت
عمدہ ضخامت ۴۴ صفحے قیمت ۴۲ روپے :- دفتر رسالہ ترجمان القرآن ملتان روڈ لاہور۔

اس رسالہ میں مصنف نے پہلے قومیتِ اسلام کے زیر عنوان قومیت کی تعریف بیان کی ہے
پھر اس کے عناصر ترکیبی بنانے کے بعد ان میں سے ہر ایک پر بحث کر کے بتایا ہے کہ جو قومیت نسلی
و طینی، معاشی، یا کسی سیاسی نظام و امتیاز سے وابستہ ہو وہ امنِ عالم کے لیے سرِ حشمہ رفتہ و شرموتی
ہے، ان عناصر پر تنقید کرنے کے بعد اسلامی قومیت پر بحث کی گئی ہے جو صفحہ ۴۳ پر ختم ہو جاتی ہے
صفحہ ۳۵ سے ”کلمہ جامعہ“ کے زیر عنوان ایک مختصر تقریر شروع ہو جاتی ہے جو مصنف نے حیدرآباد
کے کسی جلسہ میں پڑھی تھی صفحہ ۴۶ سے اخیر تک ”متحدہ قومیت اور اسلام“ کے زیر عنوان جو کچھ لکھا ہے
وہ دراصل مولانا حسین احمد دنی کے رسالہ پر تنقید ہے جو اسی نام سے ابھی حال میں دیوبند سے شائع
ہوا ہے۔

قومیتِ اسلام سے متعلق اس رسالہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے ہم کو اُس سے پورا اتفاق ہے لیکن
افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مصنف نے عام اخباری پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر ”قومیت متحدہ
اور اسلام“ کے زیر عنوان جس زور قلم کا مظاہرہ کیا ہے وہ انگلستان کے کسی مذہبی دہشت انگیز
Religious Shocker کے طرز بیان کے شایاں ہو تو ہو کسی سنجیدہ صاحبِ قلم و علم کے ہرگز
شایاں نہیں ہے۔ مصنف نے اس مضمون میں مولانا حسین احمد کو ”برطانیہ دشمنی“ کا جگہ جگہ اس

انڈاز سے طعنہ دیا ہے کہ ہیں اُن کی ”برطانیہ دوستی“ کا خبہ ہونے لگتا ہے۔

یہ فتنہ آدمی کی حسانہ ویرانی کو کیسا کم ہے؟

ہوئے تم دوست جسکو دشمن اُس کا آسمان کیوں ہو

اور جی چاہتا ہے کہ انہیں بھی ”الحب فی اللہ والبغض فی اللہ کی وہ حدیث مع اُس کے حقیقی مفہوم کے سُنادی جائے جو وہ مولانا حسین احمد کو بار بار سنا رہے ہیں معلوم نہیں جس حکیم نے جملک الشیء یعنی ویصم کہا ہے وہ اس باب میں مصنف کے غیر سنجیدہ طرز بیان کے لیے کوئی وجہ وجہہ تباہی لگا یا نہیں؟

مصنف کو شکوہ ہے کہ مولانا حسین احمد نے اپنے رسالہ میں جا بجا لفظی مغالطے دیے ہیں لیکن حق یہ ہے کہ مصنف نے اپنی زبانِ قلم سے اس امر کی نہایت قوی شہادت ہم پہنچا دی ہے کہ وہ خود عمداً یا سہواً شدید مغالطے میں پڑے ہوئے ہیں اور ”نڈاند“ کے باوصف ”بداند“ کا داغ پراتنا زبردست استیلا ہے کہ وہ اپنے مخالفوں کی کسی بات پر سنجیدگی کے ساتھ غور کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔ مصنف نے خود مولانا حسین احمد صاحب کا جو فقرہ نقل کیا ہے وہ یہ ہے ”آج کل قومیں اوطان سے بنتی ہیں“ اگر اُن میں سلامت روی کو جلا کر بھسم کر دینے والا شرارہ کج نظری نہ ہوتا تو انہیں سمجھنا چاہیے تھا کہ مولانا کا ”آج کل“ کتنا خود اس کی قوی دلیل ہے کہ اُن کا اپنا عقیدہ یہ نہیں ہے بلکہ وہ اس معاملہ میں دوسروں کی محاکات کر رہے ہیں۔ اب رہا یہ امر کہ یہ محاکات صحیح ہے یا نہیں؟ تو اس کے متعلق مصنف نے بین الاقوامی تعلقات (International relations) اور مذہب و اخلاق کی انسائیکلو پیڈیا سے جو عبارتیں نقل کی ہیں اُن سے مولانا کی ہی تائید ہوتی ہے۔ مصنف نے غضب کیا ہے کہ مولانا نے آج کل کے نظریہ قومیت کو دوسروں کی زبان سے نقل کیا ہے اُس کو خود مولانا کے سر تھوپ دیا ہے۔ اور پھر کا گریں نظریہ قومیت پر اُس کو منطبق کر کے ثابت

کرنا چاہا ہے کہ مولانا نے اپنا اسلامی نقطہ نظر بدل کر کانگریس کے نقطہ نظر کو قبول کر لیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ مولانا ایسے راسخ العقیدہ مسلمان عالم کے تصور میں بھی یہ نہیں ہے کہ اسلامی قومیت کبھی بھی مصنف کی بیان کی ہوئی ”متحدہ قومیت“ منطبق ہو سکتی ہے۔ اور نہ کانگریس متحدہ قومیت سے وہ معنی مراد لیتی ہے جو مولانا ابوالاعلیٰ بیان کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا بھی تو کچھ لڑائی، اٹانومی، اور کچھ کے ریڈریشن کے کیا معنی ہیں جو کانگریس کے نزدیک تسلیم شدہ حقیقتیں ہیں۔ یہاں عمل سے بحث نہیں سوال صرف یہ ہے کہ کیا کانگریس نے ”متحدہ قومیت“ کو مصنف کے بیان کردہ معنی کے اعتبار سے اپنے اصول میں داخل کر لیا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو دو چار لیڈروں کے بیانات سے نہیں بلکہ کسی تجویز سے اس کی شہادت ہم پہنچانی چاہیے۔

مولانا حسین احمد مدنی نے اسلامی قومیت کو اس کے حقیقی مفہوم پر باقی رکھتے ہوئے اس پر بحث کی ہے کہ کیا مسلمان ملکی و وطنی اشتراک کی بنا پر کسی دوسری قوم کے ساتھ کسی سیاسی معاملہ میں اشتراک کر سکتے ہیں یا نہیں، اور اس وقت ایک خاص سیاسی نظام کے ساتھ وابستہ ہونے کی صورت میں ان ہر دو مشترک جماعتوں پر قوم کا اطلاق بمعنی عام ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب آپ نے اثبات میں دیا ہے اور اس کے لیے کتب لغت اور آیات و احادیث سے شواہد پیش کیے ہیں کہ قوم کا لفظ وسیع معانی میں مستعمل ہوتا ہے، اور ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ چند جماعتیں اختلاف مذہب، روایات، اور اختلاف تہذیب و معاشرت کے باوجود اگر کسی ایک چیز میں مشترک ہو جائیں تو ان پر قوم کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ”قومیت“ کے مصنف اس فرقہ پرستی کی بات کو نہیں سمجھ سکے۔ اور انہوں نے اس کو اسلامی قومیت ”قرار دے کر لٹن طعن شروع کر دیا حالانکہ یہ قومیت عامہ“ اسلامی قومیت پر مطلقاً اثر انداز ہی نہیں ہے مصنف کو شکایت ہے کہ مولانا حسین احمد نے ”قومیت“ اور ”امت“ کے لفظ سے مغالطہ دیا ہے لیکن اگر یہ مغالطہ ہے تو کیا

اُس مخالطہ سے بھی زیادہ ناقابل معافی ہے جو مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے پنجاب کے ایک گائے کا نام ”دارالاسلام“ رکھ کر تمام مسلمانان ہند کو دیا تھا۔

سن تو سہی جہاں میں ہر تیرا فضا نہ کیا؟

ایک ہی مضمون کو بار بار کہنا، متضاد باتیں بیان کر جانا، یہ وہ نقائص ہیں جو ہر زیادہ اور بے ضرورت لکھنے والے کے کلام میں پائی جاتی ہیں اس لیے اگر اس رسالہ میں بھی تکرار اور تضاد بیان پایا جاتا ہے تو ہمیں اس پر متعجب نہ ہونا چاہیے۔ لیکن اس رسالہ کا سب سے زیادہ افسوسناک پہلو یہ ہے کہ اس میں مصنف نے مولانا حسین احمد اور دوسرے علماء کرام پر جو سبب شتم کیا ہے وہ کسی طرح ایک مدعی اصلاح کے لیے سزاوار نہیں ہے۔ سیاسی اختلاف دوسری چیز ہے ہم خود اس معاملہ میں کسی خاص جماعت کے نقطہ نگاہ کے پابند نہیں لیکن اس طرح اپنی تعلیٰ کرنا، اور اکابر کی تحقیر و تمجیل کرنا شایان علم و متانت نہیں، بلکہ خود فضائل اخلاق سے فرمایا ہونے کی دلیل ہے۔ خود داری مدوح سہی مگر خود پرستی و خود ستائی تو اور اپنے تئیں دوسروں کی نگاہ میں ذلیل کر دیتی ہے۔

اتنی نہ بڑھا پاپ کی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ!

”اسلامی حقوق اور مسلم لیگ“ از مولوی عبدالصمد صاحب جانی ضخامت ۴۴ صفحات کتابت طباعت متوسط۔ قیمت ۴۔

یہ دراصل ایک ٹرکیٹ ہے جس میں مولانا ابوالحسن محمد سجاد صاحب کے ان دو خطوں کو جمع کر دیا گیا ہے جو آپ نے مسٹر محمد علی جناح صدر آل انڈیا مسلم لیگ کے نام لیگ کے اجلاس پٹنہ کے موقع پر پتھر پر لکھے تھے۔ مولانا نے ان خطوط میں ارکان لیگ کو مسلمانوں کی ملی، سیاسی اور